قصیدہ بُردہ

از تصنیفات

زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین حامیٔ دین متین عاشق سید المرسلین

فاضل اجل عالم اکمل حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا جناب معلّی القاب

خانصاحب پیرزادہ مولوی **محمد حسین خان** صاحب بہادر ایم اے

جج ہائی کورٹ جموں و کشمیر دام اقبالہٗ

برائے افادۂ عاشقانِ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باہتمام احقر العباد فقیر حقیر میرزا عبد الغفار غفر اللہ لہٗ و نوبہ مالک افضل الاخبار

سنہ ۱۹۰۷

افضل المطابع واقع شہر دہلی میں ۱۳۲۵ چھپکر مقبول اہل جہاں ہوا

نقش ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس **عارف** بے معرفت کی مدت سے یہ آرزو تھی کہ مداحانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو کر ثوابِ دارین حاصل کرے لیکن حوصلہ نہ پڑتا تھا کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار گر چکے ہیں اور قبول عام کا مرتبہ بہت ہی کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوا ہے ؛

بیت این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؛

منجملہ متاخرین کے ایک صاحب قصیدہ بردہ ہیں جو اس مضمون میں گویا قلم توڑ گئے ہیں اور جو قبول اُنکے قصیدہ کو درگاہ ایزدی اور جناب مصطفویؐ میں حاصل ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ صاحب قصیدہ امام ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری القاہری سببِ نظم کی بابت یہ فرماتے ہیں۔ "مجھ پر فالج گرا نیچے کا دھڑ بالکل نکما ہو گیا میں نے نیت کی کہ نعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک قصیدہ نظم کروں۔ چنانچہ جب اس قصیدہ کی نظم سے فارغ ہوا تو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے بدن پر دست مبارک نہایت شفقت سے پھیر رہے ہیں صبح کو اُٹھا تو بالکل صحیح و سالم تھا۔ نماز کے لیئے گھر سے باہر نکلا تو ایک درویش کو دروازہ پر کھڑا دیکھا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ جو قصیدہ تم نے نعت میں تصنیف کیا ہے ہمیں بھی سناؤ میں نے کہا کون سا قصیدہ۔ میری تو تمام عمر نعت گوئی میں گزر گئی۔ درویش نے کہا وہ قصیدہ جس کا اول شعر یہ ہے امن تذکر جیرانٍ بذی سلمٍ ؛ مزجت دمعاً جری من مقلۃٍ بدمٍ میں بہت متعجب ہوا کہ میں نے تو اب تک اس قصیدہ کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا اسکو کس طرح خبر ہو گئی۔ درویش نے کہا کہ کل رات کو یہ قصیدہ جناب مصطفوی میں پڑھا گیا تھا اور آپ سنکر بہت محظوظ ہوتے تھے میں نے اُس درویش کو اُس قصیدہ کی ایک

نقل دیدی۔ اور یہ خبر رفتہ رفتہ تمام شہر قاہرہ میں مشہور ہوگئی۔ بہاء الدین وزیر ملک ظاہر نے جب یہ حال سُنا تو مجھے بلا بھیجا اور ایک عالیشان محفل میلاد منعقد کر کے مجھ سے قصیدہ کو سُنا اور خود برہنہ سر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد اُسکا دستور تھا کہ جب کبھی اُس کو کوئی مشکل لاحق ہوتی تھی اسیطرح محفل کر کے سر برہنہ کھڑا ہو کر اس قصیدہ کو سنا کرتا تھا۔ خداوند تعالےٰ اُس مشکل کو حل کر دیتا تھا۔ جب سعد الدین فارقی کو ملک ظاہر نے اپنا وزیر مقرر کیا اور وہ بیماری چشم سے بہت ناچار ہوا۔ اُس سے خواب میں کسی نے کہا کہ وزیر بہاء الدین کے پاس جا اور اُس سے بُردہ لیکر آنکھوں پر رکھ۔ انشاء اللہ تیری شکایت رفع ہو جائے گی سعد الدین نے آکر بہاء الدین سے یہ تمام قصہ بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس ایسی کوئی شئے نہیں جسکا نام بُردہ ہو لیکن میرے پاس ایک قصیدہ ضرور ہے۔ جس کو میں مشکل کے موقعوں پر محفل کر کے پڑھوایا کرتا ہوں۔ اُس نے وزیر سعد الدین کو وہ قصیدہ دیدیا۔ وزیر نے قصیدہ کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور خدا کے حکم سے اُسکو فوراً صاف نظر آنے لگا۔ اُس روز سے اِس قصیدہ کا نام بُردہ مشہور ہو گیا۔ بُردہ بالضم خط دار چادر کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مضامین مختلفہ ہونے کے باعث سے قائل نے اِسکو بُردہ کہا ہو لیکن اغلب یہ ہے کہ بالفتح ہو اور بَردہ سے مشتق ہو۔ بَردہ ہَوا سے ٹھنڈا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا حکایات سے اُسکی تائید ہوتی ہے۔ قبول جناب مصطفویؐ کے لیے یہ شہادت کافی ہے۔ قبول ایزدی کا یہ حال ہے کہ سات سو سال سے مصر عرب شام مغرب کے ملکوں میں اِس قصیدہ کو ہاکے مسلمان ہر روز محفل کر کے بعد نماز عشا کے سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے اور سُنتے ہیں +
ہندوستان اور فارس میں بھی خوشنویس نہایت اہتمام کے ساتھ اسکو لکھا کرتے تھے اور اہل اللہ بطور عمل کے بھی اسکی اجازت دیا کرتے ہیں +

میں نے جب تبرکاً اِس قصیدہ کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عربی علم ادب کا ایک ادق اور مشکل نمونہ ہے۔ اور بغیر شرح کی مدد کے کوئی اچھا مستعد عربی دان بھی اِسکو

نہیں سمجھ سکتا اس خیال سے کہ میرے ہموطن مسلمان بھائی اس نعمت عظمےٰ سے محروم نہ رہیں میں نے مولانا جامی کی تقلید کر کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین اور خیالات کو اسی قافیہ میں اور حتی الوسع اسی ترتیب کے ساتھ زبان اردو میں منتقل کرنیکا ارادہ کیا۔ کام تو ایسا آسان نہ تھا مگر میرا شوق پورا اور نیت خالص تھی عنایت ایزدی سے چند روز میں فارغ ہو گیا اور اب اسکو بطور برگ سبز عاشقان رسول مقبول صلعم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں امید ہے کہ یہ ہدیہ بھی درگاہ ایزدی اور جناب مصطفوی میں خلعت قبول سے مشرف ہوگا چونکہ یہ قصیدہ عربی قصائد کی طرح تشبیب سے شروع ہوتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ تشبیب کا کچھ بیان کر دیا جائے۔ عربی مصنفوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے قصیدوں کو عشقیہ مضامین سے شروع کرتے ہیں مثلاً یا تو عاشق اپنے ہجر کی کیفیت کو بیان کرتا ہے یا اسکا کوئی دوست ناصح اسکو سمجھاتا ہے اور اسکو تشبیب یعنی جوانی کی باتیں کہنا کہتے ہیں اس قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق اور معشوقہ دونوں بادیہ نشین یعنی صحرا کے رہنے والے ہیں اُنکے قبیلوں کے خیمے اتفاق سے کوہ ذوسلم میں جمع ہو گئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے اور جسمیں ببول کے درخت کثرت سے ہیں اور اسی لئے اُسکو ذوسلم کہتے ہیں۔ اور وہاں اُنکی اول ملاقات ہوئی۔ پھر معشوقہ کا قبیلہ وہاں سے چلا گیا معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت عاشق کا دوست اُسکو نصیحت کر رہا ہے تو معشوقہ کے خاندان کے خیمے کوہ اضم میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے عاشق اپنے دوست کو ذوسلم کے کھنڈروں میں ملا (جب بادیہ نشین عرب کسی جگہ خیمہ زن ہوتے ہیں تو خیموں کے گرد چھوٹے چھوٹے عارضی مکانات اور دیواریں بھی بنا لیتے ہیں وہ اُنکے چلے جانیکے بعد کھنڈر نظر آتے ہیں) اور اس ویرانہ میں عاشق کو تلاش معشوقہ میں دیکھکر اُسکا دوست ناصح تجاہلانہ اُسکے رونیکا سبب دریافت کرتا ہے وہ کچھ جواب نہیں دیتا تو وہ دوست خود ہی سبب بتاتا ہے کہ شاید ہمسایگان ذی سلم تجکو یاد آتے ہیں یا مدینہ کیطرف سے صبا کوئی پیام لائی ہے یا تو نے کوہ اضم پر برق کی روشنی میں معشوقہ کے خیمہ کو رات کیوقت دیکھ لیا ہے جب یہ کی باتیں سنتا ہے تو عاشق مجبور ہو کر اعتراف کرتا ہے اور اپنے عذر میں نفس کی شکایت کرتا ہے نفس کی شکایت کرتے کرتے مصنف کو ہادی برحق کی تعریف کا موقع ملگیا اور وہ عاشق و ناصح کو چھوڑ کر اصل مطلب کیطرف گریز کرتا ہے اور جناب مصطفوی کے اخلاق و شمائل کی تعریف کرکے اُنکے معجزات میلاد و معراج کا ذکر کرتا ہے اور حضور کے معجزہ زندہ یعنی کلام مجید فرقان حمید کی خوبیوں کا بیان کرکے اور صحابہ کے جہاد اور ایثار و وفا کا ذکر کرکے اپنے عرض حال رحم

٭ قصیدہ بردہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشبیب قصیدہ

قولِ ناصح

اشک خوں میں آنکھ سے بہتے ہیں تیری دمبدم
آرہے ہیں یاد کیا ہمسایگانِ ذی سلم

یا صبا لائی ہے طیبہ ﷺ کی طرف سے کچھ پیام
روشنی برق میں دیکھا ہے یا کوہِ اضم

روکنے سے ورنہ کیوں رکتے نہیں تیرے اشک
بے قرار ایسا ہے کیوں تیرا دل پُر درد و غم

کیوں چھپاتا ہے کبھی چھپنے نہ دینگے رازِ عشق
یہ دو غماز اشکِ خونیں اور قلبِ مضطرم

زخمی گر شمشیرِ انگشتِ حنائی کا نہیں
آہیں کیوں بھرتا ہے اور کیوں اسقدر سوتا ہے کم

فائدہ انکار سے کیا، آنکھیں اور چہرہ ترا
کھولے دیتے ہیں علی الاعلان تیرا سب بھرم

جوابِ عاشق

ہاں خیالِ زلف نے مجکو جگایا رات بھر
سونے کب دیتے ہیں نیشِ عشق کے درد و الم

ناصحا بہرِ خدا کر معذرت میری قبول
اور نہ کر ہرگز بلند اتنا ملامت کا علم

ہو گیا ہے راز میرا فاش ہر غماز پر
درد کا درماں ہے میرے اب جہاں میں کالعدم

ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام
کان عاشق کا مگر سنتا نہیں پند و حکم

ناصح کافی تھا میرے واسطے موئے سفید
لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ ملکِ عدم

نفسِ امارہ نے میرے جہل سے اپنے مگر
کی نہ اس بیچارہ کی جانب کبھی چشمِ کرم

کی نہ نیک اعمال سے اُسکی ضیافت ایک شب — ہائے اس مہمان کو جانا نہ اُس نے محترم

کا شکے موئے سفید اپنے نہ میں کرتا خضاب — اور چھپاتے اس بَرَص کو میرے حنا اور کتم

مذمت نفس

ہے خلاف نفس سرکش کون میرا کارساز — جو کرے اس توسن بدذات کی گردن کو خم

نفس کی شہوت معاصی سے نہیں ہوتی فرو — کھانے سے بھرتا نہیں ہرگز حریصوں کا شکم

نفس ہے انسان کا بالکل مثل طفل شیرخوار — ماں کے پستاں کو نہیں جو چھوڑتا غیر از ستم

نفس ناہنجار کو غالب نہ ہونے دے کبھی — ہے تسلط اسکا معیوب اور مہلک مثل سم

شکل پر لذات دنیا کی نہ کھا ہرگز فریب — مختلط ہے زہر قاتل ان میں اور شکر بہم

نفس کے مکروں میں ہے رشد و ریا کا رکھ خیال — نیک بھی اعمال ہوں گر سر کو کرا اسکے قلم

بھوک اور سیری میں رکھ مد نظر تو اعتدال — بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں ہوتی ہے کم

آنکھیں تیری انہ میں اشک سے نہلائیں — اور آئندہ پکڑ محکم درِ توبہ و ندم

کر خلاف نفس و شیطاں حکم ان دو کا نہ مان — سچ بھی یہ بولیں اگر جان انکو مجرم متہم

ہوں مقابل یا کہ ثالث تو میں انکے نہ آ — کیونکہ ہے مشہور مکر مدعی کید حکم

توبہ توبہ بے عمل اقوال سے کیا فائدہ — اوروں کو ہر دم نصیحت اور ہیں غافل آپ ہم

زاد عقبیٰ کا نہیں تو نے کیا اب تک خیال — خالصاً للہ جھکایا سر نہ اپنا ایک دم

گریز بہ نعت

حیف اُسکی راہ سے کرتا رہا ہے تو عدول — پاؤں بھی جسکے عبادت سے کر آتے تھے ورم

روکنے کو بھوک کے کستا تھا جو اپنی کمر — پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مخمل سا شکم

پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہ بلند — رد کیا کرتا تھا فوراً اُسکو وہ عالی ہمم

زہد اُس کا اور ہو جاتا تھا حاجت سے سوا
صاحبِ عصمت پہ حاجت کا کہاں چلتا ہے دم

کس طرح کرتی اُسے دنیا پہ راغب احتیاج
خلقِ دنیا کا تھا باعث جبکہ ہی خود محتشم

سیدالکونین احمد ہاشمی و یثربی
خاک بوس اُسکے ہیں در کے کیا عرب کیا عجم

ایسا پیغمبر کہ امر و نہی اُسکے شرع کے
نسخ کے قابل نہیں ہے قول لا ہو یا نعم

وہ حبیب اور رحمتِ عالم کہ جسکی ذات سے
ہے شفاعت کی ہمیں امید روزِ ہولِ غم

جسکے پیرو عروۃ الوثقیٰ کو ہیں تھامے ہوئے
اُن میں سے ہر ایک پکڑے ہوئے ایمان کا تھم

سب نبیوں پر ہے اُسکو فوق خَلق اور خُلق میں
وہ کہاں سے لاتے اُسکا علم اور اُسکا کرم

اُنہیں اور اس میں ہے نسبت ذرّہ و خورشید کی
سامنے اِسکے وہ قطرے اور یہ دریائے یم

وہ تھے نقطے اور اِسکو علم کا دفتر سمجھ
وہ زبر زیر اور یہ ہے ایک قاموس الحکم

تھی کمالِ صورت و معنی کا مخزن اُسکی ذات
برگزیدہ کرکے حق نے کھائی خود اُسکی قسم

کوئی عالم میں نہیں اُسکا محاسن میں شریک
حُسن میں جوہر ہے اُسکا فردِ کل لا ینقسم

چھوڑ کر قولِ سفیہانِ نصاریٰ بعد ازاں
صادق اُسپر آئے گی تعریف بے کیف و کم

جو شرف دنیا میں ہے اُس ہی سے ہے منسوب ہو
جو بڑائی ہے جہاں میں اُسپہ ہے وہ مختتم

حیطۂ تقریر میں آئے کہاں اُسکا کمال
پھینک بیٹھے ڈھال یہاں حسان و سلمانِ عجم

قدر اور عظمت کو اُسکے معجزہ گر جانتا
لاش میں آجاتا اُسکے نام سے فی الفور دم

سہل اور آساں ہیں سب تعلیم کے اُسکے اصول
ایک بھی انمیں نہیں سرِ خفی جذرِ اصم

وہ کمالاتِ جلی ہیں ذات میں اُسکی نہاں
فہم سے عاجز ہیں جسکے سب عقیلانِ اُمم

کیا ادانی کیا اعالی کیا اقارب کیا بعید
سب کے یہاں آکر پھسلتے ہیں بصارت کے قدم

کون ہے ایسا کہ دیکھے پاس سے خورشید کو
دور سے بھی دیکھنے میں چشم ہے پر اشک و نم

اہلِ دنیا پر حقیقت کس طرح سے کھل سکے
دیکھتے ہیں خواب سب لیٹے ہوئے بستر پہ ہم

جانتے ہیں وہ جو ظاہر بیں ہیں اُسکو اک بشر
اور ہی کچھ دیکھتے ہیں اُس میں انسانِ اتم

ماسبق پیغمبروں کے جسقدر ہیں معجزات
فی الحقیقت تھا طفیل اُن سب کا بھی اسکا ہی دم

شمس ہے وہ ذاتِ اکرم اور کواکب ہیں رُسُل
وحی کے محتاج وہ سب قلب اُسکا جامِ جم

تھا بدیع الخلق وہ اور حسن میں ماہِ تمام
ہے کب انساں کو میسر اسکا سا خلقِ اعم

تھا شرف میں بدر اور عیدِ سخا کا تھا ہلال
بحر تھا جود و کرم میں دہر سا عالی ہمم

رُعب تھا چہرہ کا اُسکے اسقدر، تنہائی میں
جیسے ہو کوئی شہنشہ گرد ہو اُس کے حشم

اُسکے مدفن کی ہے بسی مشک عنبر سے سوا
اے مبارک وہ جو سونگھے شوق سے خاکِ حرم

اُس کے دندانِ درخشاں کی صفا کے سامنے
درِّ مکنونِ صدف بھی ہے کہیں رتبہ میں کم

شبِ میلادِ رسول

نور اور برکت سے پُر اسکی شبِ میلاد تھی
آیتِ رحمت تھی دنیا کے لیے اُس کا جنم

پا لیا تھا اہلِ فارس نے فراست سے جبھی
آگیا بس خاتمہ پر اُن کا دورانِ نعم

گر پڑے تھے کنگرے ایوانِ کسریٰ کے کئی
جیسے گھوڑوں سے گرے پھر نہ اُٹھے گیو و رستم

خشک پانی ہو گیا دریائے ساوہ کا تمام
تشنہ لب اُس سے پھرے مایوس ہو کر یکقلم

بجھ گئی نارِ مغاں آتشکدوں میں یک بیک
پھرتی تھی حیراں فرات اُس رات چھوڑ اپنا شکم

آگ پانی اور پانی آگ یوں تھے بن گئے
تاکہ ہو معلوم ہوگا انقلاب آگے اہم

روشنی عالم میں پھیلی برحق آوازِ بلند
آج ۔ کہتے تھے ہوئے پیدا رسولِ محتشم

کاہن اُنکے کہہ چکے تھے گرچہ ڈنکے کی چوٹ
دین اب باطل تمہارے ہو گئے رخصت لاجرم

پر نہ بیدینوں کو عبرت ہوئی ان باتوں سے کچھ
ہو گئے تقدیرِ حق سے سب وہ اعمیٰ اور اصم

گر پڑا تھا سرنگوں جیسا کہ ابلیس لعیں
منہ کے بل اوندھے گرے اُس رات اُنکے سب صنم

بھاگے پھرتے تھے شیاطیں جابجا اُس رات کو
ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی فیل و حشم

بعد ازاں یا جیسے بھاگے بدر میں کافر تمام
ہاتھ سے جب پھینکا اُسنے سنگریزوں کو بہم

معجزات

پڑھتے تھے تسبیح کنکر مثلِ یونس ہاتھ میں — پھینکتے ہی انکے اُٹھے بھاگ اعدائے دژم

جب پکارا آپ نے اشجار یا احجار کو — حکمِ رب سے لگ گئیں اُنکے زبانیں اور قدم

حفظِ حق کا ابر تھا سایہ فگن اُس پر مدام — شدتِ گرما سے جب ہوتے تھے پتھر بھی بھسم

انشقاقِ قلب اور شقِ قمر ہیں واقعات — شک نہیں اِن میں فدا قلبِ مبارک کی قسم

غار میں یارانِ یک دل جس گھڑی داخل ہوئے — ہو گئیں کفار کی آنکھیں بحکمِ حق بہم

در پہ مکڑی نے وہیں جالا تنا الہام سے — اور کبوتر ایکے بیٹھا بیضہ کو زیرِ شکم

تھی زرہ کی اِن کو پروا اور نہ حاجت قلعہ کی — حفظِ حق کے تھے فرشتے اِن پہ نازل دمبدم

آگیا جو شخص دامانِ حمایت کے تلے — کیا مجال دہر جو اُس پر کرے ظلم و ستم

گر کوئی منکر کرے انکار وحیِ خواب کا — کہدو اُسکا خواب بھی تھا جاگنے سے کچھ نہ کم

ہو گئے بیمار چھونے سے بھلے چنگے معاً — چھوٹ زنجیرِ مرض سے بھی گئے صاحب سقم

ہو گیا سرسبز جب اُنکی دعا سے سالِ قحط — ہو گیا وہ سال ارزانی میں مشہور و علم

تھی دعا کی دیر ابر آیا اُمنڈ کر وہ معاً — دشت دریا بن گیا۔ لی بند سے راہِ عدم

تھی رسول اللہ کے اسمِ مبارک کی وہ دھاک — شیر بھی جنگل میں کرتا تھا سرِ تسلیم خم

ہو کے اُمی تھا وہ مخزن ہر طرح کے علم کا — سچ اگر پوچھو تو ہے کیا معجزہ کچھ یہ بھی کم

کچھ نہیں حاجت بیاں کی حصر جب ممکن نہیں — معجزات اُسکے ہیں ظاہر جیسے گنبد پر علم

موتیوں کی قدر و قیمت ہار سے بڑھتی نہیں — حُسن میں بڑھتے ہیں بیشک اُن گروہ منتظم

اسلیے مدّاح ہیں توصیف میں عاجز تمام — فہمِ انساں سے ہیں باہر اُسکے اخلاق و شیم

معجزہ زندہ یعنی فرقان حمید

کی خدا نے تجھ پہ نازل وہ کتاب مستند
ہے حدوث اسکا قدیم اور جسکا حادث ہے قدم

ہے زمانہ اور مکاں کی قید سے بالکل بری
گو کہ ذکر حشر ہے اسمیں اور احوال ارم

دائم و قائم رہے گا معجزہ تا حشر یہ
معجزے اور انبیا کے ہو گئے وقف عدم

شبہ و شک اسکلام میں اسکے نہیں ہرگز ذرا
اس سے بہتر اور ہوگا کون قاضی اور حکم

کیوں مقابل بنکے دعوے تھا فصاحت کا کیا
ہیں خجل سحبان اور ابن مقفع یک قلم

ہے بلاغت اس کی حافظ دشمنان دین سے
جیسے ہوں محفوظ غیرتمند کے اہل حرم

ہیں ہر اک شوشہ میں وہ گوہر معانی کے نہاں
دُر یکتا سے ہیں بڑھ کے جنکی قیمت کی رقم

ہے دل آویز اس کا پڑھنا اور مرغوب اس قدر
سامنے اسکے نہیں ہے کچھ بھی اہل زیر و بم

آنکھ اور دل کو وہ لطف آتا ہے اسکے درس میں
شوق بڑھتا ہے ہر اک قاری کا پڑھکر دمبدم

مومنوں کو یہ عذاب قبر سے دیگا نجات
شعلۂ نار جہنم اس سے ہو جائے گا نم

ہیں مثال حوض کوثر آیتیں تاثیر میں
کوئلے سے چہرے بنجاتے ہیں بلور و شیم

ہے یہ ایماں کی کسوٹی مثل میزان و صراط
روبرو اسکے نہیں رہتے کھڑے ظلم و ستم

فضیلت کا اسکی منکر حاسد بے دین ہے
ہے تجاہل سے یہ سب گر عقل ہے اسکی اتم

روشنی سورج کی اندھے کو نظر آتی نہیں
جانتے ہیں تلخ و شیریں آب کو اہل سقم

آیت کبریٰ ہے وہ پر آنکھ والوں کے لیے
نعمت عظمیٰ ہے وہ جانیں اگر ہم مغتنم

ہو مبارک یا معشر اسلام تمکو قصہ تر
جسکے ہیں توحید و شرع دو بڑے مضبوط تھم

معراج

ہیں عیاں خیر البریہ تیرے راہ شوق میں
دشت میں اور کوہ میں عشاق کے نقش قدم

ولولہ حجاج کا تیرے سے ہے قابل دید کے
خاصکر اُسوقت جب نزدیک آجائیں حرم

بدر کامل کی طرح تو نے شب معراج کو
رات کو مکے سے چلکے دیکھا اقصیٰ کا حرم

کی وہاں سے پھر ترقی مرتبے میں اس قدر
تو جہاں پہنچا نہ پہنچا تھا وہاں آدم کا دم

بیتِ مقدس میں نماز با جماعت کی ادا
تو تھا مخدوم اور باقی انبیا تیرے خدم

پھرتی جاتی تھیں افواجِ ملائک آسماں
اور تھا اُس فوج کا دستِ مبارک میں علم

ہر مکان و لامکاں سے جب تو اوپر چڑھ گیا
یا محمدؐ کہہ کے بولا تجھ سے ربِّ ذوالنعم

تاکہ ہو تجھکو میسّر وصلِ مخفی بے حجاب
تاکہ ہو تجھ پر عیاں خلوت میں سرِّ مکتتم

وہ مراتب قابلِ فخر اُس جگہ تجھکو ملے
جسکے حامل ہو نہیں سکتے تھے قرطاس و قلم

وہاں پکارا تجھکو کہکے ربّ نے یا خیر الرُّسُل
تھی یہ ہی وجہ کہ فرمایا ہیں خیر الامم

بعثت

تیری بعثت کی خبر سے ڈر گئے اعدائے دیں
چونکتے ہیں جیسے کھڑکے سے مواشی اور غنم

جبکہ تعذیب اور شرارت انکی حد سے بڑھ گئی
گالیوں پر وہ اُتر جب آئے سب ملکے بہم

جنگ کا اعلان کیا تو نے بھی حفظِ نفس میں
زور اور تدبیر سے سب کے نکالے پیچ و خم

بدر بتلائے گا اور کوہِ اُحُد بھی اور حُنین
پشت دیکر کس طرح بھاگا تھا ہر عبدِ صنم

سدِّ راہ اُن کی ہوئی لیکن و جائے بدتری
سر کٹے تیرے صحابہ نے بھگو ڈوں کے قلم

وہ صحابہ جن کی تلواریں سفید اور آبدار
خون سے کفار کے تھیں سُرخ مانندِ بقم

شہسوار ایسے کہ تنگ اور زین کی پروا نہ تھی
پشت پر گھوڑے کے مثلِ میخ وہ جاتے تھے جم

نقشبند ایسے سناں سے جسمِ اعدا پر تمام
نقشِ میدانِ وغا میں وہ کیا کرتے رقم

ہو گئے آخر کو وہ کافر ہی سب انصارِ حق
جبکہ گاڑا تو نے جاکے سقفِ مکہ پر علم

تیرے نُطق و خُلق نے کی اُنکی وہ کایا پلٹ
بنگئے خاکِ قدم کرتے تھے پہلے جو ستم

باپ نے بیٹے کو جب دیکھا شہیدوں میں پڑا
کہہ کے انا للہ اُسنے آنکھ تک بھی کی نہ نم

ماں نے سُن پائی اگر بیٹے کے مرنے کی خبر
سب سے پہلے پُوچھا یہ ہیں خیر سے شاہِ اُمم

بیوی شوہر کی شہادت پر کیا کرتی تھی ناز
بھائی کو بھائی کے مرنیکا ذرا بھی تھا نہ غم

زخمی یہ کہتا تھا جب پانی پلاتے تھے اُسے
پہلے ہمسایہ کو دو مجھ میں ابھی باقی ہے دم

عرض حال مترجم

نام لیوا تیرے اب گو ہیں مسلماں نام کے — پر نہیں تیری محبت دل میں کچھ انکے بھی کم

اُن میں سب سے ہے ادنے اور احقر اور اقل — اِس قصیدہ کا مترجم عار انفار و خدم

یا وہ گوئی میں ہمیشہ عمر ضائع جس نے کی — کی کبھی دشمن کی غیبت اور کبھی بھائی کی ذم

خدمتِ اربابِ دنیا میں رہا شاغل مُدام — عاقبت کی فکر کی ہرگز نہ اُسنے ایک دم

کارہائے دنیوی کرتا رہا اور جہل سے — آخرت کے کام کو سمجھا کیا ہیچ سلم

پھنس رہا ہے ہر طرف سے نفس کے پھندے میں وہ — کوہ سے اونچے ہیں گرد اُسکے گناہوں کے اَثم

نفسِ سرکش اُسکا پر اب بھی نہیں آتا ہے باز — قبر کے نزدیک جا پہنچے ہیں گو اُس کے قدم

آسرا بالکل نہیں آتا نظر اُسکو کہیں — پاس کے سنتا ہے وہ ہر سمت سے صوت و نغم

چھوڑ کر راہِ توکل اور قناعت کا عروج — حرص سے دائم رہا جویائے دینار و درم

ہاں مگر باقی شفاعت کی تیری امید ہے — تو نے فرمایا کرینگے ہیچ گنہگاروں کی ہم

ہے ترا ہمنام گو اس نام کا شایاں نہیں — نام ہو جس کا محمد حشر کا کیا اُسکو غم

تیرے ہمنام اُس کا جس نے اُمت کیلئے — کربلا میں خط شفاعت کا کیا خوں سے رقم

گو ضرورت کچھ نہیں پر عرض کر دیتا ہے یہ — نسبت اُسکی ہے ترے صدیق رض سے بھی منتظم

وہ ترا صدیق رض جس کا سینہ تیرے ہجر میں — معدنِ کوہ بُکا تھا مخزنِ درد و الم

ثانی اثنین جسنے ہوکے فانی فی الحبیب — محو کر ڈالا تھا اپنے جان و تن کو یک قلم

نسبت اُسکی اسلیئے تجھ سے نہیں کچھ بیشی — گو ترے نزدیک سب یکساں ہیں اولاد و خدم

آپ وہ ہیں جو کہ کرتے درگزر بوجہل سے — بدنصیب اکر اگر کرتا سرِ تسلیم خم

آپکے خُلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید — ہو اب عارف پر عنایت سے اگر چشمِ کرم

یعنی کھنچ جائیں طنابیں دشتِ دنیا کی تمام — پاس ہو جائیں کرامت سے مدینہ اور حرم

ہو کے حاضر دست بستہ جالیوں کے سامنے — عرض حال اپنی زباں سے خود کرے بے بیش و کم